ڈاکٹر محمد ریاض
ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی

شرح توحید و رسالت

(کلامِ اقبال کی روشنی میں)

توحید یعنی خدائے واحد کی ذات اور جملہ صفات پر ایمان لانا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوتِ دین کا محور و مرکز رہا ہے اور اسی تصوّر کی مدد سے عقلِ انسانی کو منزلِ ایمان نصیب ہوئی ہے۔ ؎

در جہانِ کیف و کم گردید عقل　　پے بہ منزل برد از توحید عقل
ورنہ ایں بیچارہ را منزل کجاست؟　　کشتیٔ ادراک را ساحل کجاست

تاریخِ ادیان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مرورِ ایام میں لوگ سرچشمۂ توحید کو گدلا کرتے رہے اور انبیاء و صلحاء کے ذریعے اس کی تطہیر ہوتی رہی، اور اس طرح اہل اللہ، عبدیت کے مقامِ ارفع کی طرف کما حقہ، عود کرتے رہے ہیں ؎

اہلِ حق را رمزِ توحید از بر است　　در اتی الرحمٰن عبداً[۱] مضمر است
تا ز اسرارِ تو بنماید ترا　　امتحانش از عمل باید ترا

حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کامل اور اتمام نعمت کی بشارت ملی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۳:۵)۔ حضرت رحمۃ اللعالمینؐ نے دینِ کامل کی رُو سے توحید کو فکر و عمل کی ایسی تکمیل یافتہ صورت میں جلوہ نما فرمایا کہ اس کی برکات سے اسلام قبول کرنے والے افراد، جن کی اکثریت کا ماضی جنگ و جدال سے بھرپور تھا، بھائی، بھائی بن گئے[۲] اور ان کا شیرازہ اس خوبی سے جمع ہوا کہ جسم ہائے ماجدا، دلہا یکے است، کا زندہ نمونہ قرار دیئے گئے۔ ان فرزندانِ توحید نے چند ہی برسوں میں اتنی بڑی سلطنت قائم

---

[۱] قرآن مجید سورہ ۱۹ آیہ ۹۳
[۲] قرآن مجید سورہ ۳ آیہ ۱۰۳

کرلی جس کی وسعت، اس سلطنتِ روم سے کہیں زیادہ تھی جسے عظمیٰ و کبریٰ کا لقب حاصل کرنے میں تیرہ سو سال لگے تھے۔ توحید پرست صحرا نشینوں نے جادۂ ہزار سالہ کو چند برس میں طے کر لیا اور انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کے پردے میں توحید کی معنوی خوبیوں کو نمایاں کیا۔ ان ہی معنوی خوبیوں کو علامہ شبلی نعمانی مرحوم عظیم الشان اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان[1]، قرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں رشتۂ مواخات و سلسلۂ اخوت کے انعام کی توصیف بیان کی گئی ہے[2] علامہ اقبالؒ نے عصرِ حاضر میں تعلیمات اسلام کو بڑے مؤثر پیرائے میں بیان فرمایا ہے، جزاہ اللہ عزوجل خیر الجزاء۔ ان کی نظر میں دیگر فوائد کے علاوہ توحید، مسلمانوں کے درمیان ایسی ہی یگانگت و مفاہمت کے رشتے مستحکم رکھنے کی محرک ہے۔ رسالت، بھی دیگر فوائد کے علاوہ اس محرک کی بے نظیر مظہر ہے۔

توحید کی مانند رسالت بھی ایمان بالغیب کی محکم اساس ہے۔ رسالت اللہ تعالیٰ کا اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے عام انسانوں کی رہنمائی کے لئے سامان ہدایت فراہم کرنے کا نام ہے قرآن مجید کی رو سے قسام ازل نے ہر کہیں ہادی و نذیر بھیجے ہیں[3]۔ مختلف مطالب کے سیاق و سباق میں قرآن مجید میں چند انبیاء کا ذکر آیا ہے اور ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ کسی نبی و رسول کے انکار[4] سے منصب نبوت کی تفریق نہ کریں۔ اقبال کے حوالے سے گذارش ہے کہ علامہ مرحوم کے ہاں رسالت کا ذکر ضرورت نبوت، رسالت محمدیؐ کی حکمت اور رسالت حضرت ختمی مرتبتؐ کے عملی افادات پر مبنی ایمان پرور ذیلی عنوانات کے تحت ملتا ہے۔ ایک مفکر متکلم کی طرح وحی الٰہی کے خطا ناپذیر ہونے کے بارے میں انھوں نے کافی کچھ لکھا ہے۔ نبوت کے بارے میں ان کی ایک تحریر ملتی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ نبوت روحانیت کا مظہر ہی نہیں، فرد کے استعمال کی خاطر بہترین معاشرتی و معاشی نظام بھی پیش کرتی رہے گی" اور جو فرد اس نظام کا رکن نہ ہو یا اس کا انکار کرے وہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا ہے اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں[5]" ختم نبوت کی حقیقت کے

---

۱ سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۲۸۹ ۲ قرآن مجید سورہ ۴۹ آیات ۹ - ۱۰

۳ قرآن مجید سورہ ۶ آیات ۱۶۴، ۱۶۵ ۴ قرآن مجید سورہ ۲ آیت ۱۸۶

۵ بشیر احمد ڈار، ، انوار اقبال صفحہ ۴۶

بارے میں اقبال نے کافی مقالات لکھے اور بیانات دیئے ہیں[1] چونکہ اساسی رہنمائی کی تکمیل ہو چکی اس لئے اب ابدتک آنحضرت کی سیرت پاک ہی رہبری وہدایت کا مینارۂ نور بنی رہے گی ؎

پس خدا برما شریعت ختم کرد　　بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را　　او رُسُل را ختم، ما اقوام را
لانبیؐ بعدی، زاحسان خداست　　پردۂ ناموس دین مصطفیؐ است
دل زغیر اللہ مسلماں برکند　　نعرۂ لا قوم بعدی، می زند

الہام و وحی کے قابلِ اعتماد ذریعۂ علم ہونے کے بارے میں اقبال نے "اسلامی، مذہبی فکر کی تشکیل نو"[2] میں مبسوط لکھا ہے اور اس بات کو اپنے دلاویز اردو اور فارسی اشعار میں کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے، مثلاً ؎

عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں　　راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات
عقلِ خودبیں غافل از بہبودِ غیر　　سودِ خود بیند، نہ بیند سودِ غیر
وحیٔ حق بینندۂ سود ہمہ　　در نگاہش سود و بہبودِ ہمہ
عادل اندر صلح و ہم اندر مصاف　　وصل و فصلش لا یراعی لایخاف

اتحادِ ملت: توحید و رسالت کا مشترک عنصر

مثنوی، 'رموزِ بیخودی' میں اقبال نے 'رسالت' کو 'توحید' کی مانند فکر و عمل کے اعتبار سے اتحادِ ملت کا مظہر و علامت قرار دیا ہے۔ رسالت ایک ایسا مرکز ہے جس پر لاکھوں، کروڑوں محبانِ ناموس کی توجہ مبذول رہتی ہے اور سب اپنے دین کے بھائیوں کے مسائل کو اجتماعی طور پر سوچتے ہیں۔ حج بیت اللہ، بین الممالک اجتماعی بحث و اظہار کی خاطر کم از کم سال میں ایک مرتبہ چند روزہ مواقع فراہم کرتا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

---

[1] شاملو کے مرتب کردہ انگریزی مجموعے کے دو اردو تراجم متداول ہیں۔ حرف اقبال - ترجمہ لطیف احمد شروانی (لاہور) اور خطبات اقبال مترجمہ رفیعہ فرحت بانو (مطبوعہ دہلی)

[2] خطبہ یکم ملاحظہ ہو۔

حرفِ بے صوت اندریں عالم بدیم | از رسالت مصرعِ موزوں شدیم
حلقۂ ملّت محیط افزا ستی | مرکزِ او وادیٔ بطحا ستی
زندہ ہر کثرت ز بندِ وحدت است | وحدتِ مسلم ز دینِ فطرت است
ایں گہر از بحرِ بے پایانِ اوست | ما کہ یکجا ئیم، از احسانِ اوست
تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود | ہستیٔ ما تا ابد ہمدم شود

معجزات نبوّت اور اقبال

متکلّمین اسلام خصوصاً اشاعری مکتبۂ فکر والوں نے نبوّت کو معجزات کے ساتھ مشروط کیا حالانکہ غیر نبی افراد کی سحر کاری اور مستدراجانہ فعالیتوں اور معجزات میں خط امتیاز کھینچنا ہر کہ ومہ کے بس کی بات نہ تھی۔ متاخرین میں امام محمد غزالیؒ، امام فخرالدین رازیؒ اور مولانائے رومؒ وغیرہم نے معجزات کی بجائے تزکیۂ نفوس اور تہذیب اخلاق کو علائم نبوّت بنایا اور یہ بحثیں علامہ شبلی[۱] اور علامہ سید سلیمان ندوی نے تفصیلاً لکھی ہیں[۲] اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ معجزات شرائط نبوّت نہیں تاہم ایک صالح قوم کو وجود میں لانا نبوّت کا بڑا مظہر ہے۔ لوگ وقتی صداؤں پر جمع ہو جایا کرتے ہیں مگر تاریخ عالم شاہد ہے کہ انبیاء کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نبوّت کی صالح تعلیمات کی حامل ایک ملّت پیدا نہ کر سکا ہے

گفتم : از پیغمبری ہم باز گوئے | سرِّ او با مردِ محرم باز گوئے
پاک سازد استخوان و ریشہ را | بالِ جبریلی دہد اندیشہ را
گفت : اقوام و ملل آیاتِ اوست | عصر ہائے ما ز مخلوقاتِ اوست
گرچہ باشی عقلِ کل ازوی مرم | زانکہ او بیند تن و جاں را بہم

نبی اکرمؐ، جو از روئے قرآن، مومنوں کی جانوں سے قریب ترین[۳]، ایک بین الاقوامی اور عالمی ملّت وجود میں لائے ہیں جو محدود وطنیت کے خلاف ہے اور عالمی بھائی چارے کی مؤید ہے۔ اس قابلِ توصیفِ صالح ملّت کے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد صادق ہیں اور یہ خود تمام

---

[۱] الکلام اور علم الکلام [۲] سیرۃ النبیؐ جلد چہارم [۳] قرآن مجید ۳۳ : ۶

اقوام عالم کی کارکردگیوں کی شاہد ہے ؎

مسلم استی دل باقلیمے مبند — گم مشو اندر جہانِ چون و چند
می نگنجد مسلم اندر مرز و بوم — در دلِ او یاوہ گردد شام و روم[1]
می ندانی آیۂ ام الکتاب — امت عادل[2] ترا آمد خطاب
آب و تاب چہرۂ ایام تو — در جہان شاہد علی الاقوام تو
نکتہ سنجان را صلائے عام دہ — از علوم امیئے پیغام دہ
امیئے پاک از ھویٰ گفتار او — شرحِ رمزِ ما غویٰ[3] گفتار او

امت مسلمہ کی توصیف میں سبحان اللہ اقبال نے کیا اعجاز بیانی دکھائی ہے ؎

امتے از ماسوا بیگانۂ — بر چراغ مصطفیٰ پروانۂ
مرسلان و انبیاء آبائے او — اکرم او نزد حق اتقائے[4] او
کل مومن اخوۃ[5] اندر دلش — حریت سرمایۂ آب و گلش
ہمچو سرو آزاد فرزندانِ او — پختہ از قالوا بلیٰ[6] پیمانِ او

سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی نے "ڈاکٹر اقبال کا علم کلام"[7] مقالہ مشترک طور پر لکھا تھا۔ مرحومین نے ہجرت نبوی کے بارے میں اقبال کے نقطۂ نظر کے سلسلے میں مرقوم فرمایا "..... بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت دشمنوں سے فرار کی ایک صورت تھی اور اس قسم کی بزدلی ایک اولوالعزم پیغمبر کے شایانِ شان نہیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ بزدلی نہیں بلکہ جرأت و ہمت تھی کیونکہ ہجرت جہاد کا مقدمہ و اعلان تھی"۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ایک ایسی عالمگیر ملت کا پیدا کرنا تھا جو وطنیت کی قید سے آزاد ہو، اسی لئے

---

۱ مثنوی اسرار و رموز صفحہ ۱۴۳ ۲ قرآن مجید ۲ : ۱۴۳ ۳ النجم (۵۳) : ۲
۴ قرآن مجید ۴۹ : ۱۳ ۵ قرآن مجید ۴۹ : ۱۰ ۶ قرآن مجید ۷ : ۱۷۲
۷ مقالات یوم اقبال فروری ۱۹۳۸ء لاہور۔ بحوالہ ترجمانِ خودی، مرتبہ سید محمد عبدالرشید فاضل کراچی صفحہ ۱۳۶

آپ نے مکّہ سے نکل کر مدینہ میں اس قسم کی قوم پیدا کی ؎

جوہر ما با مقامے بستہ نیست — بادۂ تندش بجامے بستہ نیست

ہندی و چینی سفالِ جامِ ماست — رومی و شامی گِل اندامِ ماست

عقدۂ قومیت مسلم کشود — از وطن آقائے ما ہجرت نمود

آنکہ در قرآں خدا او را ستود — آنکہ حفظ جان او موعود بود

پس چرا از مسکن آبا گریخت؟ — تو گماں داری کہ از اعدا گریخت؟

قصّہ گویاں حق ز ما پوشیدہ اند — معنیٔ ہجرت غلط فہمیدہ اند

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است — ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

وحدت فکر و عمل

اقبال کے تصورات توحید و رسالت وحدت فکر و عمل کے متقاضی ہیں۔ جب تک مدعیان توحید اور پیروانِ رسالت ایک طرح کا عمل نہ کریں اور ایک نہج پر نہ سوچیں، ان کے نظریات کا عملی فائدہ مفقود ہو گا۔ متحد الخیال اور وحدت کردار کی حامل امتِ مسلمہ نے قرونِ اولیٰ میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب و عجم کو نیچا دکھایا تھا۔ اقبال اسی عظمت پارینہ کا انعکاس و استناد چاہتے تھے ؎

ہیں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
مری تمام جستجو کھوئے ہوؤں کی آرزو

آپ کبھی مسلمانوں کو ملّت واحدہ کے تقاضوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں ؎

ملّت از یک رنگیٔ دلہاستی — روشن از یک جلوہ ایں سیناستی

قوم را اندیشہ ہا باید یکے — در ضمیرش مدعا باید یکے

جذبہ باید در سرشت او یکے — ہم عیار خوب و زشت او یکے

گر نباشد سوزِ حق در سازِ فکر — نیست ممکن ایں چنیں اندازِ فکر

کبھی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے محیر العقول اور متحد الفکر کارنامے گناتے ہیں ؎

تا نہ رمز لا الٰہ آید بدست — بند غیر اللہ را نتواں شکست
با تو می گویم ز ایام عرب — تا بدانی پختہ و خام عرب
ریزریز از ضرب او لات و منات — در جہات آزاد از بند حیات
عالمے در آتش او مثل خس — ایں ہمہ ہنگامۂ لا بود و بس
لوح دل از نقش غیر اللہ شست — از کف خاکش دو صد ہنگامہ رست
اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن — نعرۂ لا پیش نمرودے بزن

کبھی توحید کی نظری بحثوں پر اکتفا کرنے والے متکلمین پر تعریض و انتقاد کے پردے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ؎

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی — آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم الکلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو — خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ! تیری سپہ دیکھی ہے — قل ہو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ — وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام

یا یہ کہ ؎

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے — ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے — تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے
جہاں میں بندۂ حر کے مشاہدات ہیں کیا — تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے

ہر صورت میں ان کی کوشش یہ رہی کہ موجودہ افتراق انگیز ماحول میں مسلمان نسلی، لونی، طبقاتی اور گروہی امتیازات کو بیچ جانیں اور آیات خداوندی کے ان علائم[۱] کو اپنی فکر و عمل کی وحدت کا مانع نہ بننے دیں اور اپنی تمام تر توجہ (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا) پر مرکوز رکھیں ؎

---

[۱] قرآن مجید ۳ : ۲۷

ملّت بیضا تن و جاں لا الٰہ ساز مارا پردہ گرداں لا الٰہ
لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما
اسود از توحید، احمر می شود خویش فاروقؓ و ابوذرؓ می شود
ملت از یک رنگی دلہاستی روشن از یک جلوہ ایں سیناستی
ما مسلمانیم و اولاد خلیل از اَبِیکُمؑ گیر اگر خواہی دلیل
با وطن وابستہ تقدیرِ امم؟ بر نسب بنیادِ تعمیرِ امم!
اصل ملت در وطن دیدن کہ چہ؟ باد و آب و گل پرستیدن کہ چہ؟
حاضریم و دل بغائب بستہ ایم پس ز بندِ این و آں وارستہ ایم

مضمراتِ توحید

توحید کے مضمرات یک رنگی/ ایک کا ہو کر رہنا بے خوفی، قوت و شوکت اور رذائلِ اخلاق کا فضائل میں تبدیل ہونا ہیں۔ اس شجرِ طیبہؑ کی برومندی کی انتہا نہیں ہے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ تصوّر بر حق انسان کو رضائے الٰہی پر قانع رکھتا ہے:۔

قسمت عالم کا مسلم کوکبؑ تابندہ ہے جس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ہے

'اللہ اکبر' (اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ و برتر ہے) کبریائی اور عظمت باری کا ایسا برجستہ اعلان ہے جس کی مدد سے حاکمیتِ باری تعالیٰ کا تصوّر ذہن نشین رہتا ہے اور اس ذکرِ کبریائی سے موحدین کے قلوب کو جلا ملتی ہے

زندگانی نیست تکرار نفس اصلِ او از حی و قیوم است و بس
قرب جاں با آنکہ گفت اِنّی قریبؑ از حیاتِ جاوداں بردن نصیب

۱؎ ملت ابیکم ابراہیم ط ھو سمّٰکم المسلمین، قرآن مجید ۲۲ : ۷۸ ۲؎ قرآن مجید ۱۴: ۲۴
۳؎ اسرار و رموز ص: ۱۰۸ (از رضا مسلم مثالِ کوکب است در رہ ہستی تبسّم بر لب است)
۴؎ سورہ البقرہ آیت ۱۸۶

فرد از توحید لاہوتی شود — ملت از توحید جبروتی شود
بایزیدؒ و شبلیؒ و بوذرؓ از وست — امتاں را طغرل و سنجر از وست
بے تجلی نیست آدم را ثبات — جلوۂ ما فرد و ملت را حیات
ہر دو از توحید می گیرد کمال — زندگی این را جلال، آن را جمال
این سلیمانیؑ است و آں سلمانیؓ است — آں سراپا حق و این سلطانی است
ملتے چوں می شود توحید مست — قوت و جبروت می آید بدست
اہل حق را حجت و دعوی یکی است — خیمہ ہائے ما جدا، دلہا یکی است
وحدتِ افکار و کردار آفریں — تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں!

مثنوی رموز بیخودی میں اقبال نے، ایک عنوان یہ قائم کیا ہے کہ یاس، حزن اور خوف جیسے ام الخبائث سے توبہ کے ذریعہ ہی نجات ملتی ہے۔ توحید پرست کبھی مایوس، مدہوش (وحشت زدہ) اور منافق نہیں ہوتا ہے

مرگ را ساماں ز قطع آرزو است — زندگانی محکم از لَا تَقْنَطُوْا است
اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر — از نبیؐ تعلیمِ لا تحزن بگیر
قوتِ ایمان حیات افزایدت — وردِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ بایدت
چون کلیمؑ سوئے فرعونی رود — قلبِ او از لا تخف محکم شود
ہر شرِ پنہاں کہ اندر قلبِ تست — اصلِ آن بیم است اگر بینی درست
ہر کہ رمزِ مصطفیؐ فہمیدہ است — شرک را در خوف مضمر دیدہ است

یہاں آپ نے مغل شہنشاہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ (م ۱۷۰۷ء) کے شکارِ شیر کے ایک غیر معمولی جرأت آمیز واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ توحید پرست عالمگیر خوفِ حق سے بہرہ مند تھا اس لئے ما سوا اللہ کی فکر سے آزاد تھا

در میانِ کارزارِ کفر و دین — ترکشِ ما را خدنگِ آخریں!!
شعلۂ توحید را پروانہ بود — چون براہیمؑ اندریں بت خانہ بود

ایں چنیں دل خود نما و خود شکن | دارد اندر سینۂ مومن وطن
خوف حق عنوانِ ایمان است وبس | خوف غیر از شرک پنہان است وبس

تفسیر سورۂ اخلاص

سورۂ اخلاص توحید خالص کی تعلیمات کی حامل ہے اور احتراماً ثلث قرآن کہی جاتی ہے۔ اقبالؒ نے مذکورہ مثنوی کے آخر میں خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ کی زبانی "خلاصہ مطالب مثنوی" کے زیرِ عنوان اس سورت کی ایمان افروز تفسیر لکھی ہے۔ یہ تفسیر توحید کے کلامی اثرات کی مبرہن ہے۔

من شبے صدّیقؓ را دیدم بخواب | گل ز خاک راہ او چیدم بخواب
آں امن الناس[1] بر مولائے ما | آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمّت او کشت ملّت را چو ابر | ثانی اسلام و غار و بدر و قبر
گفت تا کے در ہوس گردی اسیر؟ | آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر
یک شود 'توحید' را مشہود کن | غائبش را از عمل موجود کن

اس تفسیر کے چند منتخبہ اشعار سے اس کے ایمان افروز مطالب کا خاکہ سمجھ میں آسکتا ہے ع

'قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا' ؎

قوم تو از رنگ و خوں بالاتر است | قیمت یک اسودش صد احمر است
قطرۂ آب وضوئے قنبریؓ | در بہا برتر ز خونِ قیصری
فارغ از بابّ و امّ و اعمام باش | ہمچو سلمانؓ زادۂ اسلام باش
ہر کہ پای او در تعلیم و حدّ ست | بے خبر از لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ ست
رشتۂ با 'لَمْ یَکُنْ' باید قوی | تا تو در اقوام بے ہمتا شوی
آنکہ ذاتش واحدست و لاشریک | بندہ اش ہم در نسازد با شریک
مومن بالائے ہر بالاترے | غیرت او بر نیاید ہمسرے

---

[1] حدیثِ رسولؐ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ ابوبکر (اپنی معیت اور مال کے ذریعے ابوبکر رضؓ نے مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسان کیا ہے)

خرقۂ لا تحزن نوا اندر برش | انتم الاعلون تاجے بر سرش
عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم | ہم بقہر اندر مزاج او کریم

اقبال نے اسی متحدہ العقیدہ جماعت مسلمہ کو مدت العمر پیغام بیداری دیا ہے ؎

خاور ہمہ مانند غبار سر راہے است | یک نالۂ خاموش و اثر باختہ آہے است
ہر ذرہ این خاک گرہ خوردہ نگاہے است | از ہند و سمرقند و عراق و ہمدان خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

از خواب گراں خیز

<u>کلمۂ طیبہ اور تصورات توحید و رسالت</u>

کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ مظہر توحید و رسالت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ نفی اثبات کا حامل ہے لا الٰہ نفی ماسوا اللہ ہے اور الا اللہ اثبات رب واحد۔ اقبال نے نفی و اثبات کی حکمتوں پر کافی لکھا ہے مثلاً ؎

لیا لب شیشۂ تہذیب حاضر ہے مے 'لا' سے | مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ 'الا'
کہنہ را در شکن و باز بہ تعمیر خرام | ہر کہ در ورطۂ 'لا' ماند بہ 'الا' نرسید
لا و الا برگ و سازِ امتاں | نفی بے اثبات، مرگ امتاں
تیغ 'لا' در پنجۂ این کافر دیرینہ دہ | باز بنگر در جہاں ہنگامۂ 'الا' ی من
تا دو تیغ لا و الا داشتیم | ماسوا اللہ را نشان نگذاشتیم

'لا و الا' کے زیر عنوان ایک قطعے میں فرماتے ہیں ؎

فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و بر پیدا | سفر خاکی شبستاں سے نہ کر سکتا اگر دانہ
نہادِ زندگی میں ابتدا 'لا' انتہا 'الا' | پیام موت ہے جب 'لا' ہوا 'الا' سے بیگانہ
وہ ملت روح جس کی 'لا' سے آگے بڑھ نہیں سکتی | یقیں جانو ہوا لبریز اس ملت کا پیمانہ

علامہ فرماتے ہیں کہ 'لا' سے 'الا' میں آنا موحد اعظم حضرت ابراہیمؑ کا شعار ہے ؎

ل قرآن مجید ۳ : ۱۳۹

در محبت پختہ کے گردد خلیل[۱] تا نہ گردد 'لا' سوئے 'اِلّا' دلیل

'لا' دعوتِ نفی ہے، مبارزہ باغیر اللہ ہے اور آفلین سے دل نہیں لگانا ہے

جہاں یکسر مقامِ آفلین[۱] است دریں غربت سرا عرفاں ہمین است

دلِ من در تلاشِ باطل نیست نصیبِ ما غمِ بے حاصلے نیست

اور

بیا کہ مثلِ خلیلؑ ایں طلسم در شکنم کہ جز تو ہر چہ دریں دیدہ ام صنم است

اقبالؔ نے 'ضربِ کلیم' اور مثنوی 'پس چہ باید کرد' میں 'لا اِلٰہ اِلّا اللہُ' کے عنوان کے تحت مستقل نظمیں لکھ کر نفیِ باطل اور اثباتِ حق کے مؤحدانہ مطالب دل پذیر صورت میں بیان فرمائے ہیں۔ دونوں نظموں کے افتتاحی ابیات بالترتیب یوں ہیں ؎

خودی کا سرِّ نہاں لا اِلٰہ اِلّا اللہُ خودی ہے تیغ، فساں لا اِلٰہ اِلّا اللہُ

نکتہ می گویم از مردانِ حال امتاں را 'لا' جلال 'اِلّا' جمال

مندرجہ ذیل دو بیتی 'خودی' کے تلازمے کے پردے میں کلمۂ طیبّہ کی ہی شرح معلوم ہوتی ہے

خودی کی خلوتوں میں کبریائی خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

زمین و آسمان و کرسی و عرش خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

لا اِلٰہ، لا اِلٰہ اِلّا اللہُ یا لا و اِلّا اقبالؔ کے اں اکثر توحیدؔ کے مترادفات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں، اور اس مقالے کے بعض او رمنقولہ اشعار سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کلمۂ طیبّہ کا جزوِ ثانی 'مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ' رسالتِ محمدیؐ کا بیان ہے۔ پہلے حصّے میں الٰہیت ہے اور دوسرے میں للہیت اور عبدیت۔ مقامِ عبدیت، مقامِ محمود ہے اور مسلمان اسی مقامِ عبدیت کی پیروی سے ہی استکمالِ خودی کر سکتے ہیں ؎

---

[۱] اس اور ماقبل بیت میں حضرت ابراھیمؑ کے مشاہدہ انجم و ماہ و خورشید کی طرف اشارہ ہے۔ آخر میں آپ کا قول بفحوائے قرآن یہ تھا کہ لا احب الا فلین۔ دیکھئے قرآن مجید۔ سورہ ۶۔ آیات ۷۴ - ۷۹۔

درجہاں زی چو رسولؐ انس وجان | تا چوں او باشی قبول انس و جان
پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است | خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر | ما سراپا انتظار او منتظر

توحید و رسالت اور دوام مسلماناں

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی ابدی حفاظت کا ذمّہ خود لے رکھا[1] ہے۔ اس کتاب کی حفظ و صیانت کی خاطر حاملانِ توحید و رسالت یعنی مومنین کی موجودگی ضروری ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ دین اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں نے کئی انقلاب دیکھے ان کے حکمران خانوادے اور سلطنت کی حدود و ثغور متغیّر رہیں مگر نصر من اللہ سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا سماں کماکان باقی رہا۔ یہ توحید و رسالت کی برکات ہیں اور کاش مسلمان مومن واقعی بننے کی سعی کرتے رہیں اور دین اللہ کی ان برکات کی قدر کریں ؎

گرچہ ملّت ہم بمیرد مثلِ فرد | از اجل فرماں پذیرد[2] مثلِ فرد
امّتِ مسلم ز آیاتِ خدا است | اصلش از ہنگامۂ قالوا بلیٰ است
از اجل ایں قوم بے پروا ستے | استوار از نحن نزلنا[3] ستے
ذکر قائم از قیامِ ذاکر است | از دوام او دوامِ ذاکر است
تا خدا ان یطفئوا[4] فرمودہ است | از فسردن ایں چراغ آسودہ است
ما کہ توحیدِ خدا را حجتیم | حافظ رمز کتاب و حکمتیم
آسماں با ما سرِ پیکار داشت | در بغل در فتنۂ تاتار داشت
سطوتِ مسلم بخاک و خوں تپید | دید بغداد، آنچہ روما ہم ندید
تو مگر از چرخ کج رفتار پرس | زاں نو آئینِ کہن پندار پرس

---

[1] ، [3] الحجر (۱۵) : ۹ ٭ [2] مستفاد از ۱۵ : ۵ اور ۳۴ : ۷

[4] سورہ ۸ آیت ۳۲۰ ٭

آتشِ تاتاریاں گلزارِ کیست ؟ — شعلۂ او در گلِ دستارِ کیست؟
در جہاں بانگِ اذاں بود ست و ہست — ملّتِ اسلامیاں بود ست و ہست
عشق از سوزِ دلِ ما زندہ است — از شرارِ لا اِلٰہ تابندہ است

بہر طور موجودہ مسلمان من حیث المسلمان اور ان کی نسل قرآن مجید کی محافظ رہے گی وگرنہ اللہ تعالےٰ[1] اس کتابِ عزیزہ کی حفاظت کی خاطر کسی دوسری قوم کو دولتِ ایمان سے مالامال کر دے گا اور عروج و زوال ملل کی یہ داستان ہمارے لئے کتنی ہی حیران کن ہو، وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝

پس چہ باید کرد اے اقوامِ پاک ؟

توحید و رسالت کے محتویات و مضمرات اقبال شناس مفکّر ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کے بقول ہمارے تعلیمی نظام کا جزو لاینفک ہونا ضروری ہیں (دیکھئے حکمت اقبال مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ئ) مسلمانوں کی موجودہ افتراق و نفاق کی حامل پالیسی اظہر من الشمس ہے اور اکثر ممالک اسلامی کی محدود 'وطنیت' کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے

آنچناں قطعِ اخوّت کردہ اند — بر وطن تعمیرِ ملّت کردہ اند
جنّتی جستند در بِئْسَ الْقَرَارُ — تا اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ[2]

ان حالات میں رجوع الی التوحید و الرسالت کی خاطر ایک نہضت و تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ یہ اتحاد و ائتلاف عقیدہ کی تحریک ہوگی جو 'دیدن دیگر آموز، ندیدن دگر آموز' کی مبیّن صورت ہوگی اور اس سے 'توحیدِ امم' کی راہ ہموار ہو سکے گی ؎

عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے — حرم کا راز توحیدِ امم ہے
تہی وحدت سے ہے اندیشۂ غرب — کہ تہذیبِ فرنگی بے حرم ہے

---

[1] محفلِ ما بے مے و بے ساقی است — سازِ قرآں را نواہا باقی است
حق اگر از پیشِ ما بر داردش — پیشِ قومے دیگرے بگذاردش
ترسم از روزے کہ محرومش کنند — آتشِ خود بر دلِ دیگر زنند (جاوید نامہ)

[2] قرآن مجید سورہ ۱۴، آیات ۲۸-۲۹۔

توحید و رسالت کی تعلیمات پر مبنی اگر ایک عالمی معاشرہ برقرار ہو جائے تو مسلمان خصوصات جہاں میں حَکَم بن سکیں گے اور اس طرح جنیوا و نیویارک کے مرکزِ اقوام کی بجائے ان کا مرکز (مکّہ معظّمہ) 'جمعیت آدم' کے فرائض انجام دینے لگے گا۔

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام — پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود — اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم
مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام — 'جمعیتِ اقوام' کہ 'جمعیتِ آدم'؟[1]

اقبالؔ نے اسی خاطر مثنوی 'رموزِ بیخودی' میں تبلیغ توحید کے فرضِ کفایہ کے بارے میں ایک پورا باب مختص کیا اور جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے عرض کیا ہے حفظ و نشر توحید کے تقاضے تبیّن مقامِ رسالت کو بھی محیط ہیں ؎

نقطۂ ادوارِ عالم لا اِلٰہ — انتہائے کارِ عالم لا اِلٰہ
زانکہ در تکبیر رازِ بودِ تست — حفظ و نشرِ لا اِلٰہ مقصودِ تست
تا نہ خیزد بانگِ حق از عالمے — گر مسلمانی نیاسائی دمے
اے کہ خوردستی ز مینائے خلیلؑ — گرمیِ خونت ز صہبائے خلیلؑ
جلوہ در تاریکیِ ایام کُن — آنچہ بر تو کامل آمد عام کُن[2]
لرزم از شرمِ تو چون روزگار — پرسدت آن آبروئے روزگار

حرفِ حق از حضرتِ ما بردۂ
پس چرا بہ دیگراں نسپردۂ ؟

---

۱ ضربِ کلیم ص: ۵۵ ٭

۲ اشارہ بآیہ شریفہ: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ .... الخ ۵ : ۳ ٭